# دی جنرل

جینٹ چارٹر
تصاویر: مائیکل فورمین
اُردو : محمد زبیر

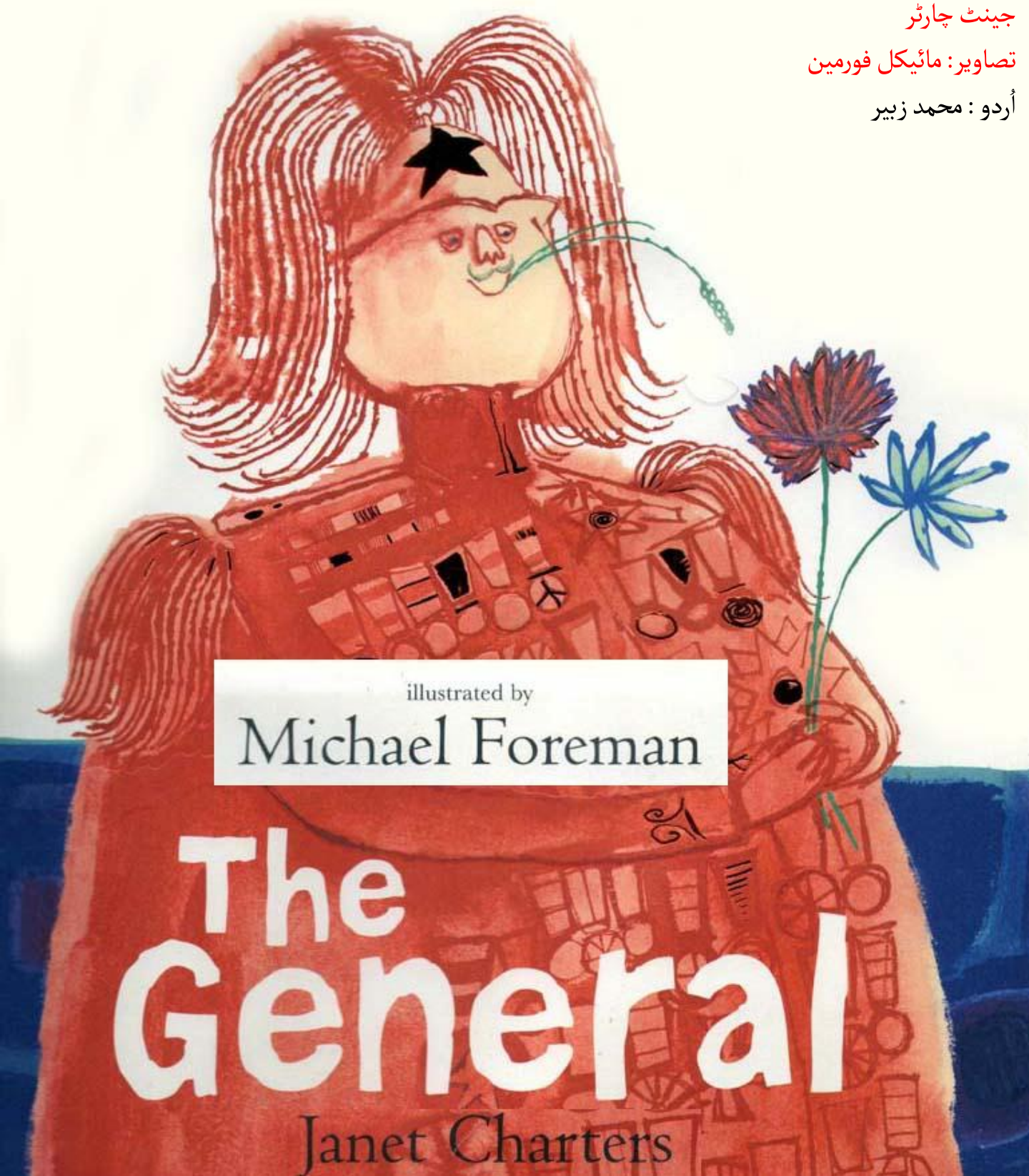

# دی جنرل

جینٹ چارٹر

تصاویر: مائیکل فورمین

اُردو : محمد زبیر

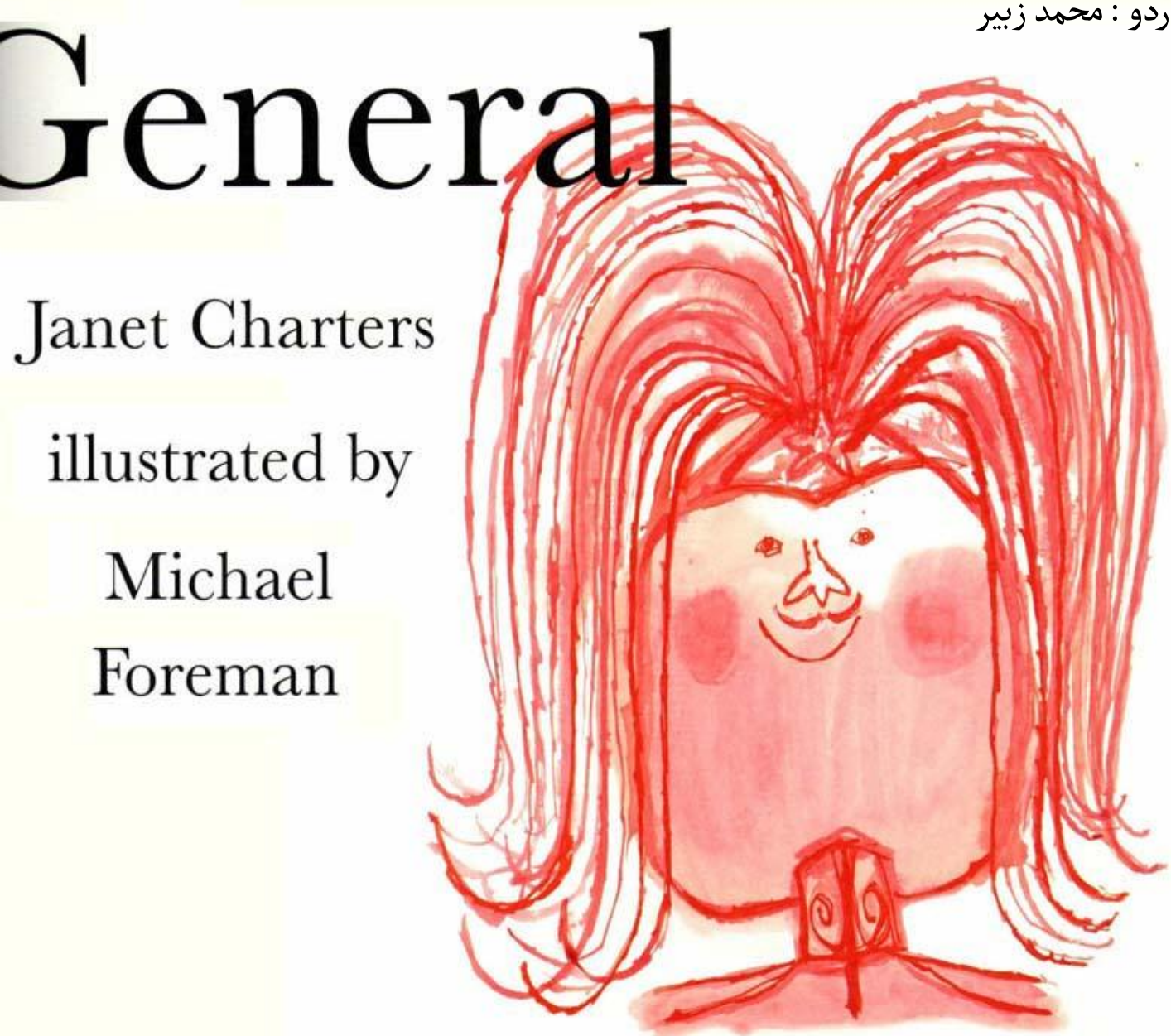


templar books
an imprint of Candlewick Press

کسی زمانے میں ایک جنرل ہوتے تھے۔

اُن کا نام تھا جنرل جودھپور۔ جنرل صاحب کی خواہش تھی کہ وہ دنیا کے سب سے مشہور جنرل بنیں اور سبھی ملکوں کے جنرل اُن کی فوج کی تعریف کریں۔ اس لیے وہ
اپنے فوجیوں کو بہت مصروف اور چُست رکھتے تھے۔

اگر کچھ فوجی بندوقوں کی نالیاں صاف کرتے ،
تو کچھ وردیوں پر اِستری کرتے۔ باقی فوجی
اپنے اپنے جوتے اور میڈلز پالش کرتے۔

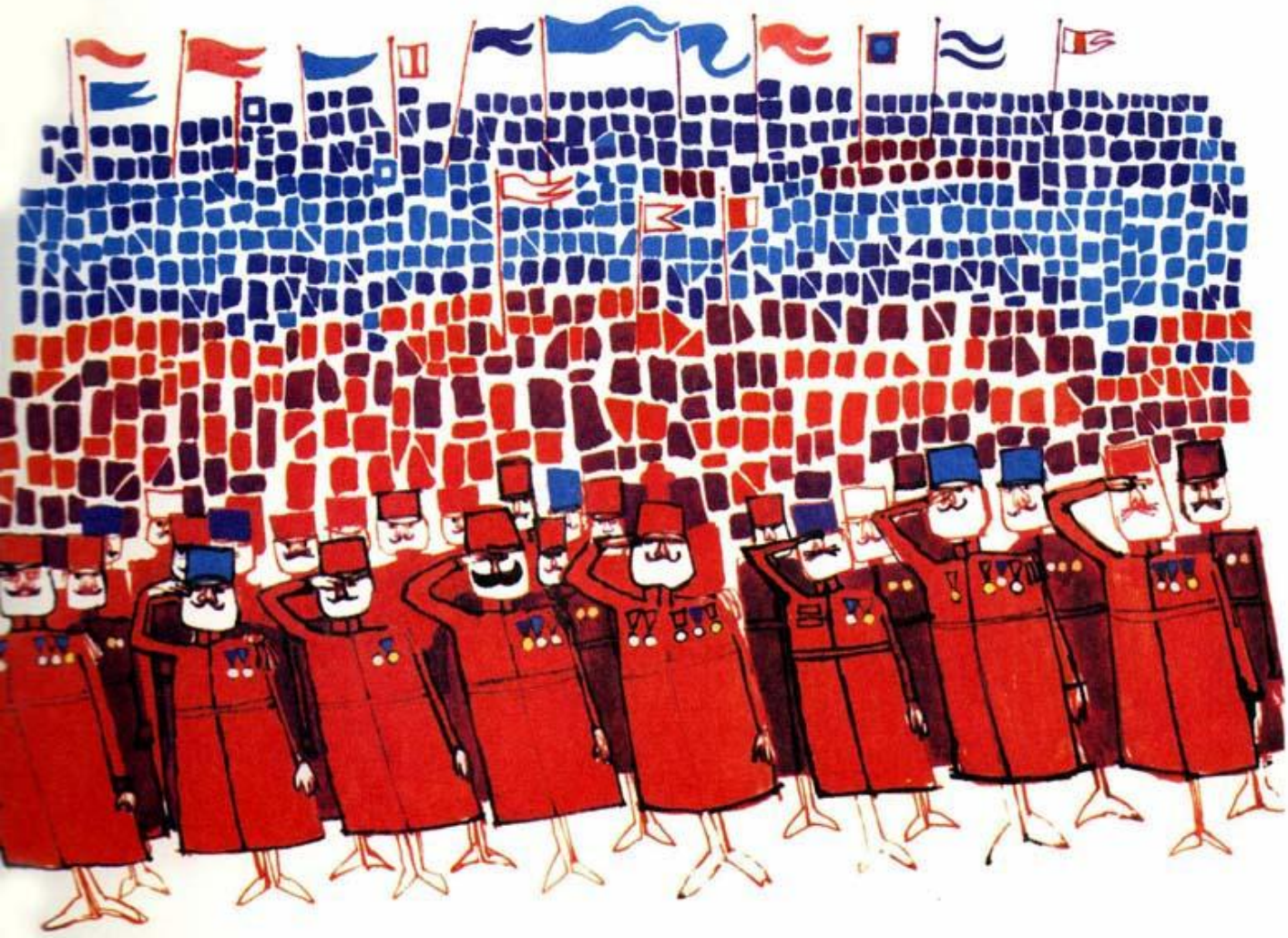

صبح ہوتے ہی ، سورج کی پہلی کرنوں کے ساتھ سبھی فوجی پریڈ گراؤنڈ
پر حاضر ہوتے ۔ وہ شاندار وردی پہن کر ، میدان میں بڑی بلندی سے
لیفٹ رائٹ لیفٹ رائٹ کی مشق کرتے ۔

پریڈ ختم ہونے کے بعد ، فوجی الگ الگ ٹکڑیوں میں بنٹ جاتے ۔ اُن میں سے باورچی ، باورچی خانے میں کھانا پکانے چلے جاتے ۔

گھڑسوار ، اصطبل میں جا کر گھوڑوں کو کھانا کھلاتے اور اُن کی دیکھ بھال کرتے ۔

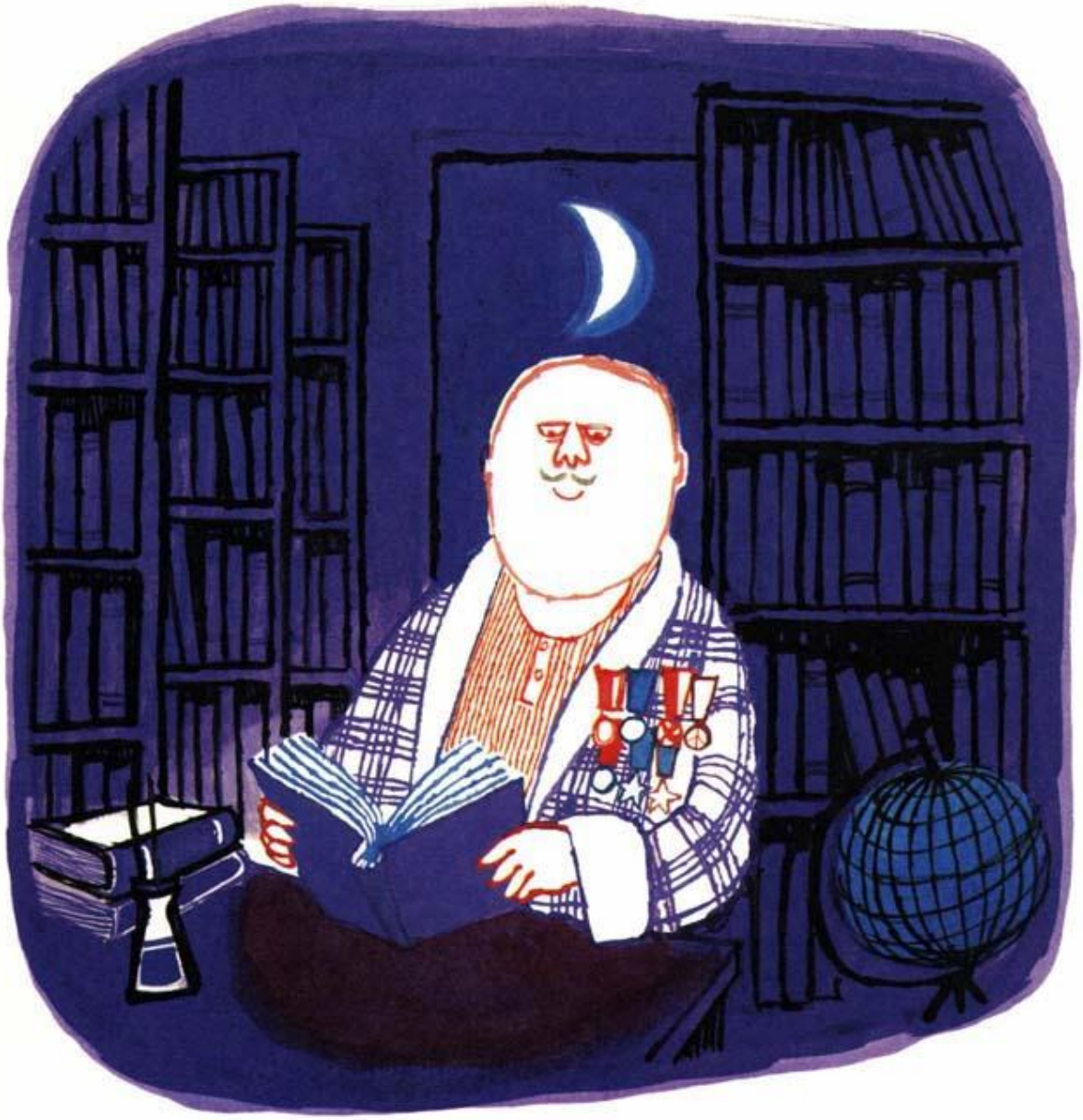

شام کے وقت جب کیمپ پُر سکون ہوتا ، تو جنرل جودھ پور رات کو کافی دیر تک کتابیں پڑھتے رہتے ۔ دنیا کے مشہور جنرلوں نے جنگ میں فتح کیسے حاصل کی ؟ وہ ان بہادروں کے قصے کہانیاں پڑھتے ۔ اُنہیں اُس بڑے دن کا انتظار تھا جن اُن کا بھی دُنیا میں بڑا نام ہو اور اُن کی فوج کا ڈنکا بجے ، اور اُن پر بھی کوئی ایسی ہی موٹی کتاب لکھے ۔

ایک اتوار کو جب جنرل جودھ پور اپنے سفید گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل کے پاس کے میدان سے گُزر رہے تھے ، تبھی ایک چمکیلی لال رنگ کی لومڑی نے اُن کا راستہ کاٹا۔

گھوڑا ، لال لومڑی کو اچانک دیکھ کر ڈر گیا اور اپنے دونوں پچھلے پیروں پر کھڑا ہوگیا۔ نتیجہ؟ جنرل جودھ پور دھڑام سے زمین پر گِرے اور ان کا گھوڑا کُلاچے مارتا ہوا وہاں سے جنگل میں رفوچکر ہو گیا۔

جنرل جودھ پور کو کوئی خاص چوٹ نہیں لگی کیونکہ وہ ہری ، ملائم گھاس کے قالین پر گرے تھے ۔ گھاس ملائم تھی اور اُس میں سے بھینی بھینی خوشبو آ رہی تھی ۔تعجب کی بات یہ ہے کہ جنرل صاحب کو گھاس اتنی پسند آئی کہ اُن کا وہاں سے اُٹھنے کی جی ہی نہیں کر رہا تھا ۔ اُنہوں نے گھاس کا ایک تنکا توڑا اور اُسے اپنے دانتوں کے درمیان چباتے رہے ۔ پھر وہ وہیں گھاس پر لیٹے لیٹے ، گرم دھوپ سینکتے رہے ۔

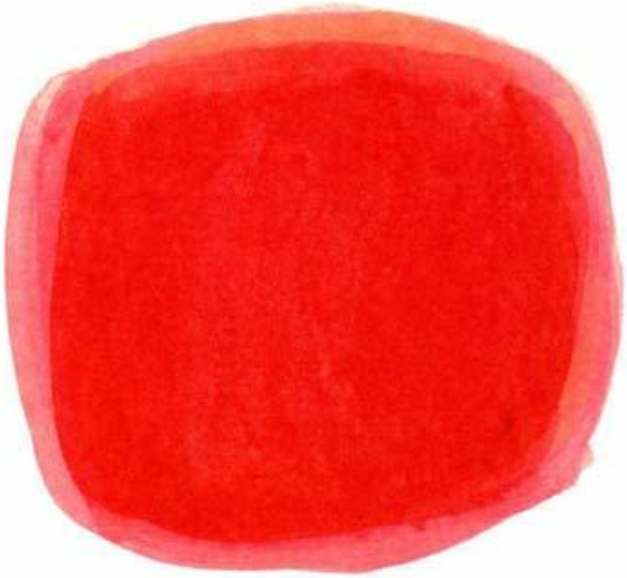

کافی دیر بعد  اُنہیں یاد آیا کہ اب اُنہیں کیمپ میں واپس جانا چاہیئے۔ وہ بڑی بے دلی سے اُٹھے اور لیفٹ رائٹ کرتے ہوئے کیمپ کی طرف بڑھے۔
ویسے اُس پگڈنڈی سے وہ پہلے کئی بار گُزر چکے تھے۔

مگر اُنہوں نے آج جو دیکھا، وہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ شاید تب وہ بہت جلدی میں تھے۔ اب اُنہیں گلہریاں، خرگوش، میدانی چوہے، ساہی اور جنگلی کبوتر بھی دکھائی دیئے۔ کچھ فاصلے پر اُنہیں ایک مور بھی نظر آیا۔

بہت عرصے کے بعد اُنہوں نے چڑیوں کی چہچہاہٹ سُنی تھی۔ پھر جنرل صاحب ایک کھیت کے پاس آئے۔ پورا کھیت خوبصورت جنگلی پھولوں سے بھرا تھا۔ اِتنا خوبصورت نظارہ اُنہوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہاں اتنے الگ الگ طرز اور رنگوں کے پھول تھے، جن کا اُنہوں نے کبھی تصور بھی نہیں کیاتھا۔ کوئی مصور خواب میں بھی اتنے خوبصورت رنگ نہیں بھر سکتا۔

جنرل جودھ پور وہاں کچھ لمحوں تک رُکے رہے اور وہاں کی انوکھی خوبصورتی کو دیکھتے رہے۔ پھر وہ پھولوں کے ایک جمگھٹے میں بیٹھ گئے۔ وہ ٹِکٹکی لگائے شہد کی مکھیوں کو دیکھتے رہے، جو شہد کے لیے الگ الگ پھولوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اُنہیں لگا کہ ایک شہد کی مکھی ضرور اُن کی ناک پر آ کر بیٹھے گی۔ لیکن کام کاج کرنے والی مکھیوں کو بھی اِتنی فُرصت کہاں؟ اُن کے پاس مشہور جنرل کو دیکھنے کا وقت نہیں تھا۔

جنرل بہت دیر تک  رنگ برنگے پھولوں اور شہد کی مکھیوں کو دیکھتے رہے ۔ وہاں کتنا غضب کا سکون تھا! قدرت کی یہ غضب کی خوبصورتی اُنہوں نے پہلے کیوں نہیں دیکھی ؟

بہت دیر بعد جب وہ اُٹھے تو اُنہوں نے دیکھا کہ اُن کے بیٹھنے سے کچھ پھول دب گئے تھے ۔ وہ پھول مرجھائے اور اُداس لگ رہے تھے ۔ جنرل صاحب اُن پھولوں کو وہاں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تھے ۔ لیکن اب اُنہیں اپنے کیمپ واپس جانا تھا ۔ اِس لیے اُنہوں نے وہاں سے دو پھول اپنے ساتھ لے لیے ۔

جنرل جودھ پور کو کیمپ میں واپس پہنچتے پہنچتے رات ہو گئی تھی۔ اُنہوں نے پانی کے ایک گلاس میں ، اُن دنوں پھولوں کو ڈال کر اُنہیں اپنے کمرے میں رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد جنرل صاحب سو گئے۔ اُ س رات وہ اُن خوبصورت چیزوں کو خواب میں دیکھتے رہے جو اُنہوں نے پچھلے دِن دیکھی تھیں۔ اُن میں خوبصورت چڑیاں ، جانور ، سورج اور جنگلی پھول شامل تھے۔ پھر اُنہیں خواب میں لیفٹ رائٹ ، لیفٹ رائٹ کرتے ہزاروں فوجی دکھائی دیئے۔ اُن کے بھاری بوٹوں سے اِتنا شور ہو رہا تھا کہ جنگل کی ساری چڑیاں اور جانور وہاں سے بھاگ گئے۔ لیفٹ رائٹ کرتے ہوئے فوجی ، جنگلی پھولوں کو اپنے جوتوں تلے روند رہے تھے۔ اس سے جنرل صاحب چونکے! اُن کی آنکھ کُھلی۔ "رُکو! رُکو!" وہ فوجیوں پر چِلّائے۔ پھر اُنہیں خیال آیا کہ وہ تو محض ایک خواب دیکھ رہے تھے۔جنرل صاحب نے دوبارہ سونے کی کوشش کی ، لیکن اُنہیں دوبارہ نیند نہیں آئی۔

اُنہوں یہ بات پکے طور پر سچ لگی کہ اُن کے فوجیوں نے ہزاروں مرتبہ خوبصورت اور نازک پھولوں کو اپنے جوتوں سے کُچلا ہو گا ، اور چھوٹے جانوروں کو ڈرایا ہو گا۔ "اب میں کسی کو نہ تو چوٹ پہنچاؤں گا اور نہ ہی کسی کو ڈراؤں گا " ، جنرل صاحب نے خود سے کہا۔ "میں جانوروں کی مدد کروں گا اور پھول ، درخت اور دیگر زندگی دینے والی چیزیں اُگاؤں گا"

اگلے دن صبح اُنہوں نے اپنے فوجیوں کو بلا کر کہا کہ وہ سبھی ، فوج چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں اور کوئی اچھا اور نیک کام کریں۔ جنرل صاحب چاہتے تھے کہ سب فوجی مل کر اپنے ملک کو ، دنیا کا سب سے خوبصورت ملک بنائیں۔ جنرل صاحب کی بات سُن کر سب فوجی بہت خوش ہوئے۔ لیکن اُن میں سے زیادہ خوش جنرل صاحب ہی تھے۔ پر کیا ہوا ؟

کسانوں نے اپنے کھیتوں کو جوتنا شروع کیا
اور اگلی فصل کے لیے بیج بوئے۔

ماہی گیروں نے جال اُٹھائے اور سمندر میں مچھلی پکڑنے گئے۔

جنرل صاحب نے حکم دیا کہ اُن کی فوجی چھاؤنی کو
ایک خوبصورت شہر میں بدل دیا جائے۔

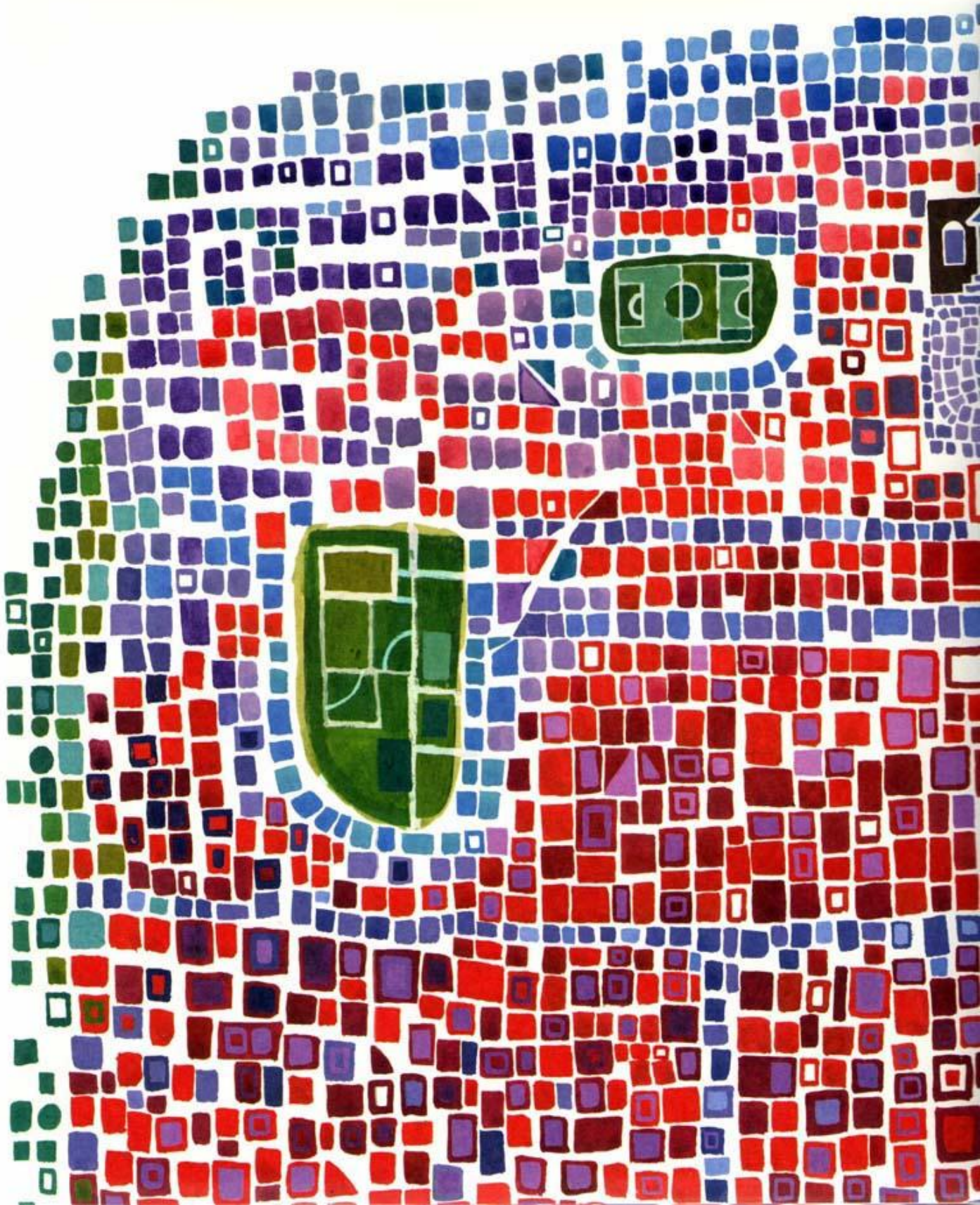

اُس شہر میں دکانیں اور سکول ہوں۔ بہت سارے پارک ہوں ، جہاں بچے کھیل سکیں۔

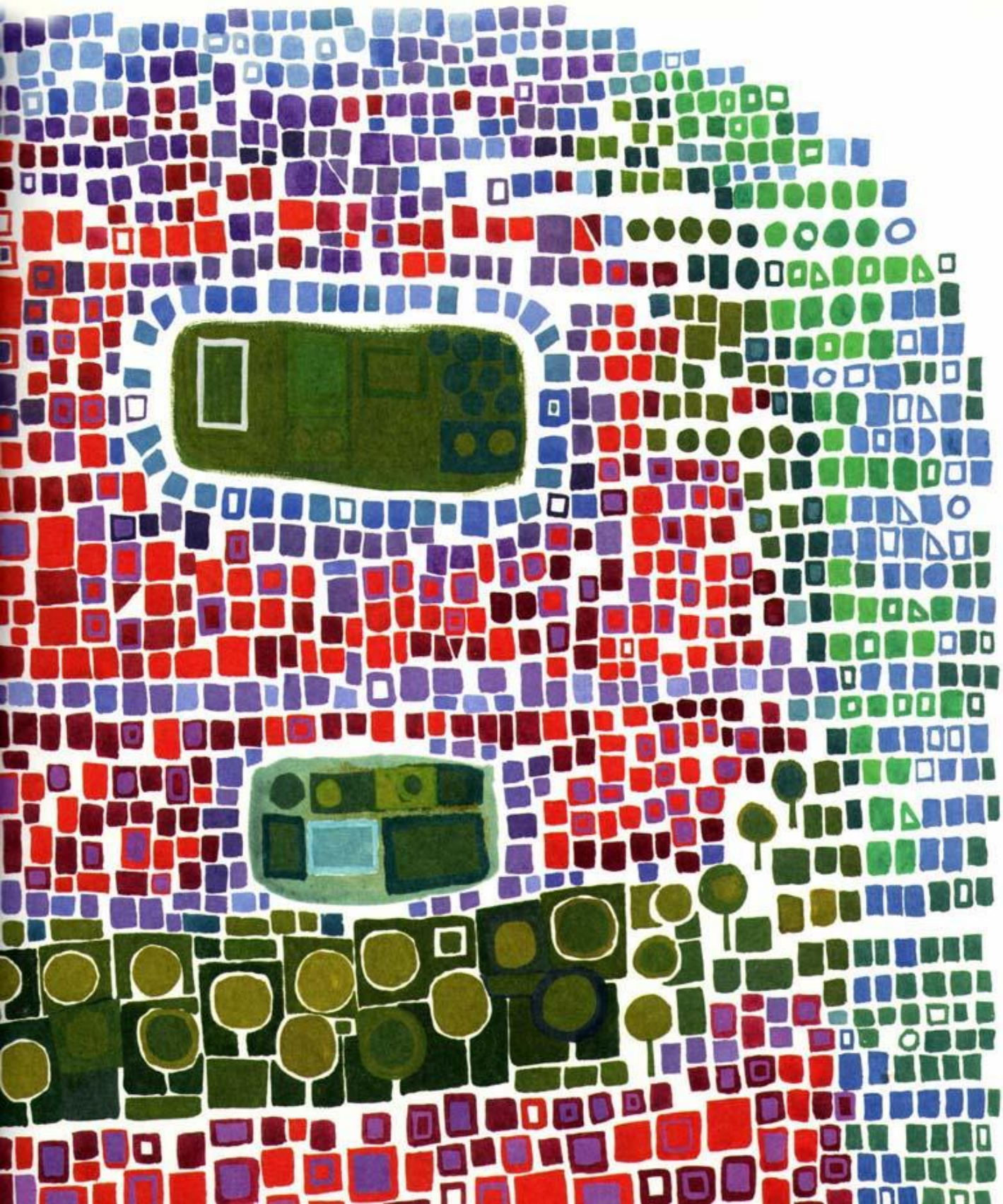

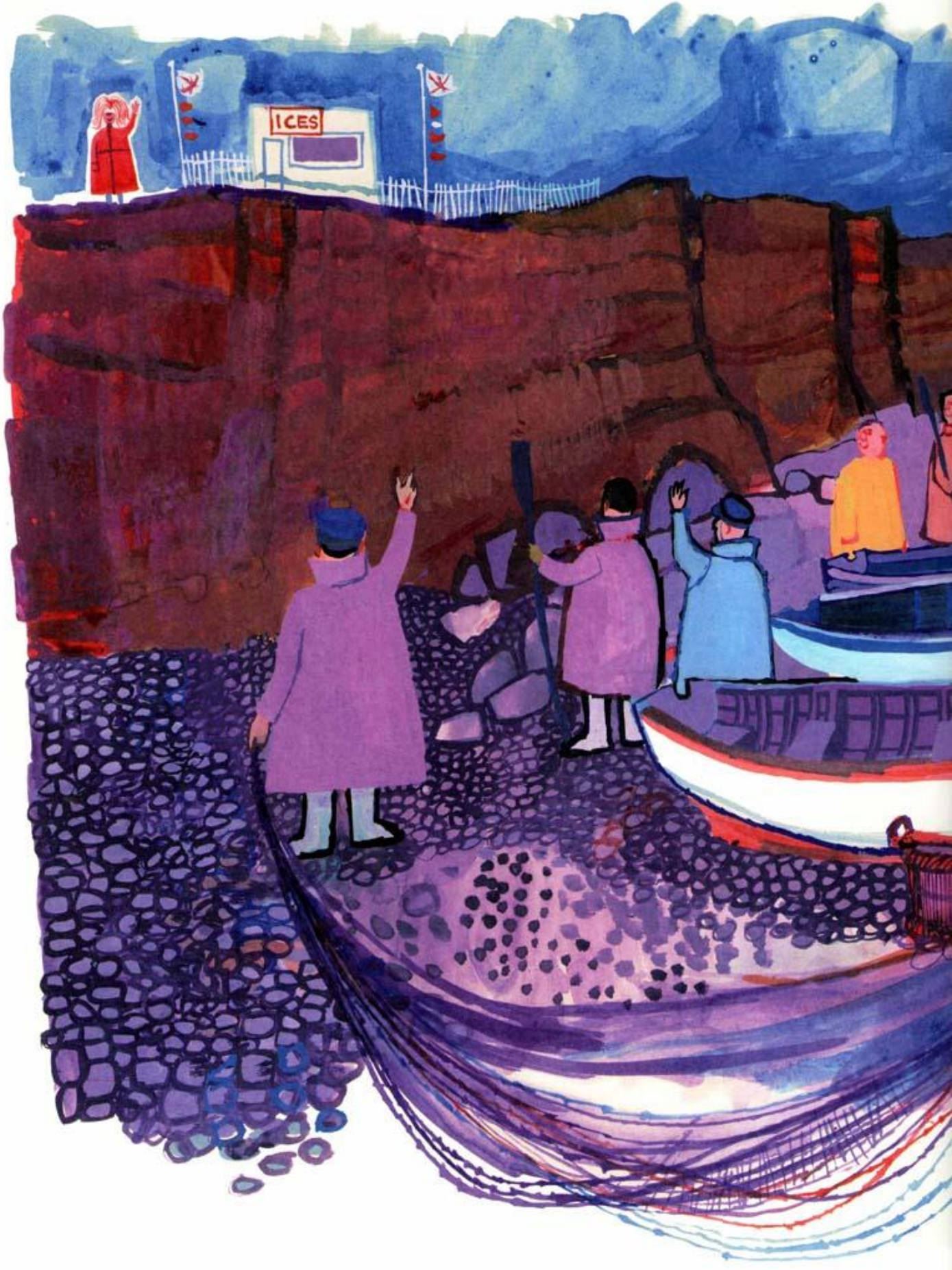
ICES

جنرل جودھ پور اِس کام سے بیحد خوش اور پُرجوش تھے۔ وہ روز ہی کام کی رفتار کا معائنہ کرنے جاتے۔ وہاں وہ اپنے پُرانے فوجیوں سے ملتے۔ لوگ بھی جنرل صاحب سے مل کر بہت خوش ہوتے۔

ہر روز وہ اُسے جگہ پر بھی جاتے جہاں اُنہوں نے سب سے پہلے جنگلی پھول دیکھے تھے۔ اب سردی کے موسم میں وہاں سے پھول غائب تھے۔ پھر بھی وہ اُس جگہ کو دیکھتے اور وہاں کی مٹی کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اُٹھا تے۔ جنرل صاحب کو پتا تھا کہ بہار آتے ہی مٹی میں سے یہ پھولوں کے بیج جاگیں گے اور اپنی گردن کو زمین کے اوپر اُٹھائیں گے۔

رفتہ رفتہ سردی ختم ہوئی۔ پھر دوبارہ جنگلی پھولوں نے اپنے رنگ بکھیرے۔ درختوں پر نئی پتیاں اور کونپلیں نکلیں۔ کسانوں نے کو بیج بوئے تھے اُن میں سے ننھے ننھے کلّے نکلے۔

مکئی کے ہرے پودے اب کندھے کی اونچائی کے ہو گئے تھے۔ درختوں پر لدے پھل اب پک چکے تھے۔ صبح صبح ماہی گیر اپنی کشتیوں میں چمکیلے سمندر میں جاتے وقت خوشی کے گیت گا رہے تھے۔

ایک دن جنرل جودھ پور کو دو اہم خط موصول ہوئے۔ اُن میں سے ایک خط دنیا کے مشرقی حصے سے مشہور جنرل نِکولائی مارکووِچ نے لکھا تھا۔ دوسرا خط مشہور جنرل کسٹی کا تھا ، جو دنیا کے مغربی حصے سے آیا تھا۔ دونوں نے جنرل جودھ پور کے ملک میں جو کچھ نیا ہو رہا ہے اُس کی بہت تعریف سُنی تھی اور وہ حقیقت میں اس جادو کو دیکھنا چاہتے تھے۔

جنرل جودھ پور نے فوراً دونوں اعلیٰ فوجی افسروں کو اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی۔ جن نِکولائی مارکووِچ اور جنرل کسٹی پہنچے تو جنرل جودھ پور اور ایک پیل کے بینڈ نے اُن کا استقبال کیا۔ پھر جنرل جودھپور دونوں مہمانوں کو اپنا ملک دکھانے لے گئے۔

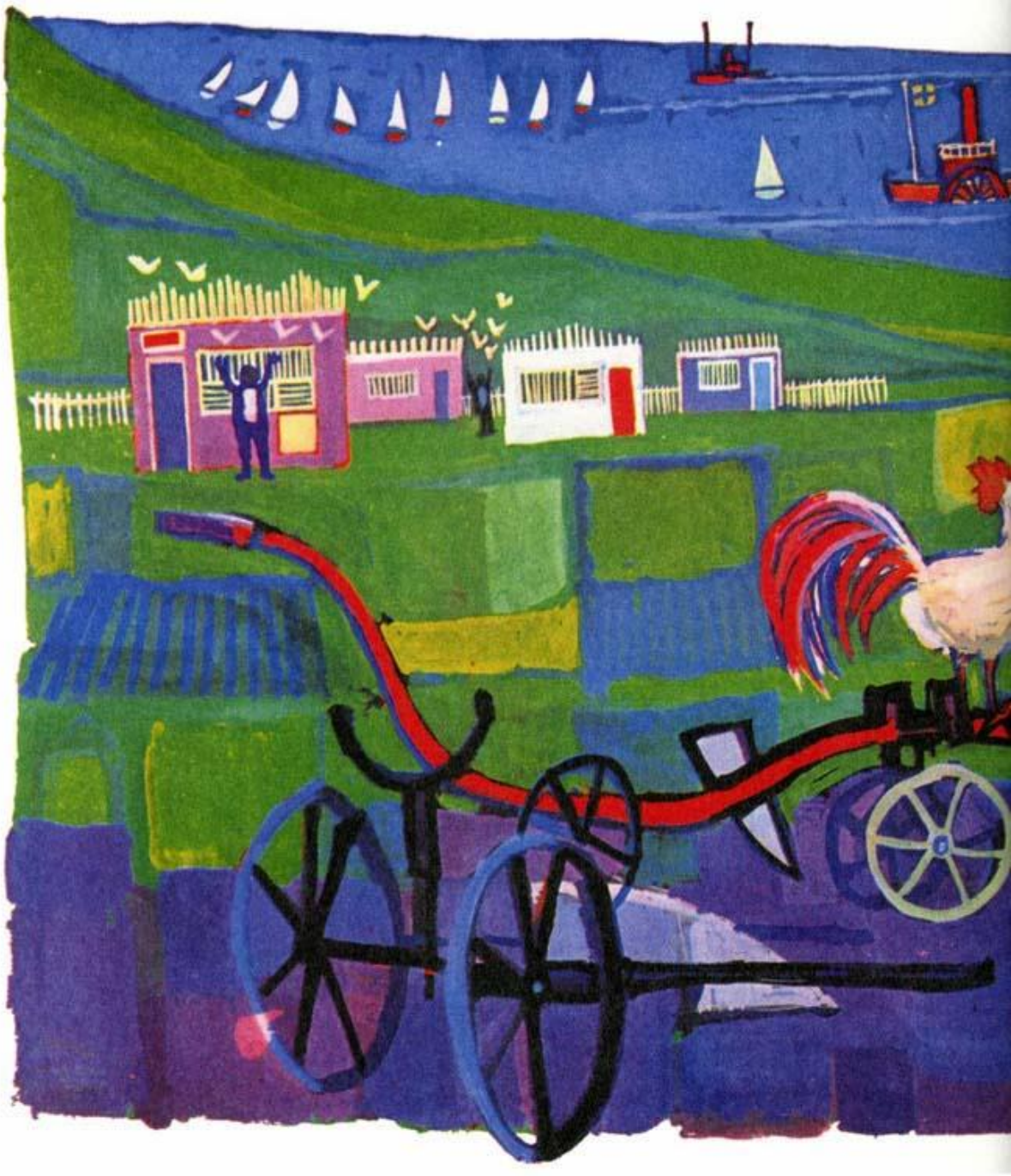

جنرل جودھ پور نے اُنہیں باغ باغیچے ، جنگل ، پھل ، پھول ، سبزیاں اور اناج سے بھرے کھیت دکھائے ۔ پھر اُنہوں نے ایک بہترین شہر دیکھا جس میں تمام پارک اور کھیل کے میدان تھے ۔

دونوں مہمانوں نے دیکھا کہ وہاں کے لوگ واقعی جانوروں سے پیار کرتے تھے اور اُنہیں ڈراتے ، دھمکاتے اور بھگاتے نہیں تھے۔ آخر میں جنرل جودھ پور اُنہیں وہ جگہ دِکھانے لے گئے جہاں اُنہوں نے سب سے پہلے پھول دیکھے تھے۔

اب وہاں پر کھیت ، میلوں تک ہزاروں لاکھوں رنگ کے جنگلی پھولوں کے قالین سے ڈھکا ہوا تھا۔ تینوں جنرل وہیں بیٹھ گئے۔ وہ بہت آہستہ سنبھل کر بیٹھے ، جس سے وہاں کوئی پھول کچلا نہ جائے۔ آخر میں تینوں جنرل ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے۔ "کتنا عمدہ خیال ہے آپ کا" ، جنرل کسٹی نے کہا۔ "آپ نے اپنے ملک کو دنیا کا سب سے خوبصورت ملک بنایا ہے۔"

"یقینی طور پر آپ لوگ ، دنیا کے سب سے خوش لوگ ہیں ،" نِکولائی مارکووِچ نے کہا۔ پھر دونوں مہمانوں نے مل کر کہا ، "جنرل جودھ پور ، آپ واقعی دنیا کے سب سے مشہور اور عظیم جنرل ہیں۔"

پھر پوری دنیا کے سب سے مشہور اور عظیم جنرل ، کھیت کے بیچوں بیچ ، پھولوں کے قالین پر لیٹ گئے اور سورج کو دیکھ کر مُسکرانے لگے ۔

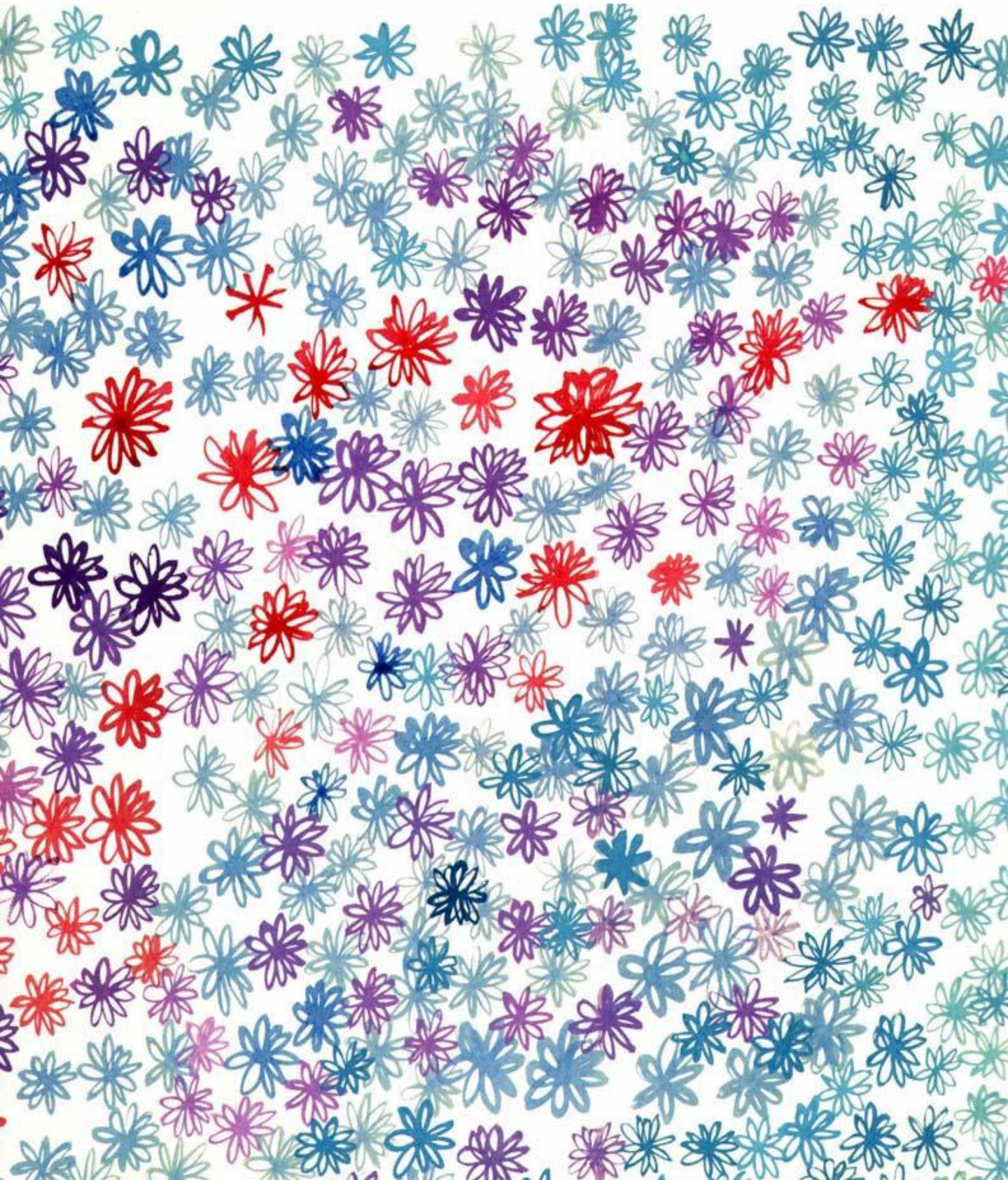

# عرضِ ناشر

جینٹ چارٹرز 1938 میں انگلینڈ میں پیدا ہوئے۔ تب دوسری جنگِ عظیم شروع ہونے والی تھی۔ اُنہوں نے جنگ سے پہلے کا ماحول محسوس کیا، جنگی ہتھیاروں کی دوڑ دیکھی۔ اس سب سے جینٹ میں امن کے لیے ایک گہرا جذبہ پیدا ہوا۔

مائیکل فورمین کی پیدایش 1938ء میں انگلینڈ میں ہوئی۔ تب دوسری جنگِ عظیم کے بادل منڈلا رہے تھے۔ ایک خوفناک رات زبردست حادثہ ہوا۔ تب وہ تین سال کے تھے اور گہری نیند میں سوئے تھے۔ اُس رات اُن کے کمرے کی چھت پر ایک بم آکر پھٹا۔ یہ اُن کی پہلی یاد ہے۔ بم اُن سے کچھ انچ کی دوری پر گرا، پھر دیوار سے ٹکرا کر وہ آگے کی چمنی میں گرا اور وہاں پھٹا۔ مائیکل، بال بال بچے۔ جنگِ عظیم ختم ہونے کے بعد مائیکل نے ایک پُر امن دُنیا کی آرزُو کی۔ لیکن اپنے بچپن کے بہت سے سال اُنہیں جنگ کے سائے میں گزارنے پڑے۔

اپنی پہلی کتاب د ی جنرل میں جینٹ اور مائیکل ایک مزیدار اور زندہ کہانی تخلیق کرنا چاہتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اُن کی کہانی سے لوگوں میں اپنی دنیا کے لیے کچھ خیال پیدا ہو۔ پچاس سال بعد یہ کتاب آج بھی ویسی ہی ہے جیسی تب تھی۔ آج دنیا کو نہ صرف امن کی بلکہ ماحولیاتی تحفظ کی بھی سخت ضرورت ہے۔ آج یہ دونوں موضوعات امن اور ماحولیات بہت اہم ہیں۔

جینٹ چارٹرز کی تعلیم سینٹ مارٹِس سکول آف آرٹ ، انگلینڈ میں ہوئی۔ وہیں اُن کی ملاقات مائیکل فورمین سے ہوئی۔ جینٹ اب لندن میں اپنی دو بلیوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ وہ اب بھی تصاویر بناتی ہیں اور اُن کی نمائش لگاتی ہیں۔

مائیکل فورمین نے پندرہ سال کی عمر میں ہی فن کے طالبِ علم رہے۔ اُن کی کتابوں کو کئی بین الاقوامی انعامات ملے ہیں۔ ساتھ ساتھ اُنہوں نے مشہور مصنفین مثلاً چارلس ڈِکنس ، آسکر وائلڈ اور شیکسپیر کی کتابوں کو بھی اپنی تصاویر سے سنوارا ہے۔

بہت عرصہ پہلے ایک گھمنڈی جنرل اپنے گھوڑے سے گِرے۔ تب اُنہوں نے پہلی بار، اپنے آس پاس کی زمین میں اُگے جنگلی پھولوں کی خوبصورتی کو دیکھا۔ اُس دن اُنہوں نے عہد کیا کہ وہ اِس دُنیا کو امن اور خوبصورتی سے بھریں گے۔

آج سے لگ بھگ پچاس سال پہلے جب سرد جنگ اپنی انتہا پر تھی تھ ایک خاندان نے بچوں کے لیے ایک نئی طرح کی کتاب لکھی۔ اِس کتاب میں جنگ کی غلطیوں اور ماحول کے خاتمے کو اُجاگر کیا گیاتھا۔ تبھی جان ایف کینیڈی امریکہ کےصدر چنے گئے تھے اور اُسی سال اگست میں باراک اوباما پیدا ہوئے تھے۔

عشروں بعد بھی یہ کتاب آج کی کتاب ہے۔ یہ سچ ہے کہ یہ ہمارے وقت کی کتاب ہے۔